

۷۲، ۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ

(حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف
منسوب ایک فتوے کی وضاحت)

تحریر
خليفة حضور مفتي اعظم ہند، امام علم وفن
علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، انڈیا

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

۲۷، ۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ

(حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک فتوے کی وضاحت)

تحریر

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، امام علم و فن

علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، انڈیا

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

فون نمبر: +92 332 3531226

fb.com/ilmetauqeet

تعارف مصنف علامہ و مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی

ڈاکٹر محمد حسین مٹشاد رضوی

ولادت:

امام المنطق والفلسفہ، حضرت علامہ و مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی بن مولانا زین الدین رضوی، ضلع پورنیہ (بہار) میں ۱۳۵۸ھ کو پیدا ہوئے۔
ضلع پورنیہ کے ایک معزز خاندان، جو جملہ سلاسل چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے سرچشمہ فیض و برکت حضرت خواجہ بصری رضی اللہ عنہ سے نسبتی انتساب کے پیش نظر خواجہ خاندان کہلاتا ہے، اسی خاندان کے باوقار گھرانے میں خواجہ مظفر حسین رضوی پروان چڑھے۔

مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی کے والد ماجد مولانا زین الدین بھی اپنے ضلع کے مقتدر علما میں شمار کیے جاتے تھے۔ حضرت امام علم و فن کا تاریخی نام ”مظفر حسینی“ رکھا گیا، لیکن عرف میں آپ کا نام ”خواجہ مظفر حسین“ ہی زبان زد رہا۔ ڈھائی سال کی عمر میں آپ کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا، چنانچہ خواجہ صاحب کی پرورش ان کے والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔ اس طرح والد گرامی نے آپ کو بہ یک وقت ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا۔

تعلیم و تربیت اور اساتذہ:

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کی عمر جب چار سال، چار ماہ،

چار دن ہوگئی تو والد ماجد نے بسم اللہ خوانی کی رسم کرائی اور پھر ابتدا سے شرح جامی تک خود ہی تعلیم فرمائی۔ آپ کا گھرانہ انچوں کہ دیوبندیوں کی خاطر داری کے دام میں پھنسا ہوا تھا اور خواجہ صاحب کے والد زبردست عالم تھے، لیکن ان کی نظر میں دیوبندی اور بریلوی کا باہمی اختلاف پورے طور پر کھل کر سامنے نہیں آیا تھا۔

بایں سبب عملاً دیوبندیوں کے ساتھ تھے، تا آں کہ اپنے بڑے لڑکے اور بھتیجے کو دیوبند اور سہارن پور میں تعلیم دلوائی، اور اپنے دیگر تلامذہ کو بھی دیوبند اور سہارن پور ہی بھیجتے رہے۔ اس لیے امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کو بھی برائے تعلیم دیوبند بھیجنا طے ہوا، لیکن موصوف کی کم سنی اور دیگر عوارض و عوائق کی وجہ سے یہ ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا اور قدرتِ خداوندی سے خواجہ صاحب کا داخلہ مدرسہ بحر العلوم لطیفی، کٹیہار (بہار) میں ہو گیا، جس میں خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ، علامہ سلیمان بھاگل پوری اور مولانا محمد یوسف پٹنوی علم و فن کے گوہر ہائے آب دار لٹارہے تھے۔

ایسے جید اور نابغہ روزگار اساتذہ کرام کی ظرف نگاہی نے کچھ ہی دنوں میں مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ میں علم و فن کی بھرپور توانائی بھر دی، یہاں تک کہ ۱۵/۱۶ سال کی عمر میں آپ نے ضلع پورنیہ ہی میں ہزاروں دیوبندی عوام کے درمیان میں ضلع کے دیوبندی اکابر سے مناظرہ کر کے ان کو شکستے میں ڈال دیا اور پھر کچھ دن بعد علاقہ کے پیر طریقت مولوی عبدالمبین ملاٹولہ جون پور کو ان کے مریدین کے ہجوم میں بحث

کر کے نہ صرف خاموش بل کہ ہنگامہ کر دیا۔

ان حالات کے پیش نظر مولانا زین الدین رضوی علیہ الرحمہ نے اپنے ہونہار فرزند کا سنجیدگی سے جائزہ لیا۔ اور پھر عادلانہ انداز میں بحث و مباحثہ کے ساتھ فریقین کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ اُن کے والد ماجد نے دیوبندی نظریات سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کر دیا اور مسلکِ اہل سنت و جماعت میں نہ صرف شامل ہو گئے، بل کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی ہو گئے۔ اس ایمان افروز واقعہ سے پورے علاقے میں ایک طوفان مچ گیا۔ ہر جگہ یہ افواہ اڑائی جانے لگی کہ بڑے مولانا نے اپنے فرزند کی محبت میں مذہب و مسلک تبدیل کر دیا ہے۔۔۔ لیکن دونوں باپ بیٹے کی حسن تدبیر اور مواعظِ حسنہ سے نہ صرف یہ طوفان تھم گیا، بل کہ: ”ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا“ کی تفسیر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی، لوگ دیوبندیت سے بیزار ہو کر اہل سنت کے پرچم تلے آنے لگے۔ اس کامیابی اور فتحِ مبین کے وقت امامِ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کی عمر شریف صرف 18 سال تھی۔

حضور ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے پاس آپ نے خوب اکتسابِ علم کیا۔ معقولات کی منتہی کتابیں، ہدایہ آخرین اور احادیث کی سنن کتابیں ابھی زیرِ درس تھیں کہ اچانک حضور ملک العلماء کی طبیعت ناساز ہو گئی اور تعلیمی سلسلہ رک گیا۔ امامِ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ بحر العلوم لطیفی،

کٹیہار (بہار) سے منتقل ہو کر مرکزِ اہل سنت بریلی شریف پہنچ گئے۔ یہاں ایک سال رہ کر معقولات کی تعلیم حاصل کی اور عمر کی ۱۹ ویں بہار میں دستارِ فضیلت سے سرفراز ہو کر وہیں دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی شریف میں معقولات کے مدرس ہو گئے۔

چند اہم مناظرے:

امامِ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کا فراغت کے دورِ اول میں مناظرہ و مباحثہ محبوب مشغلہ تھا۔ تا آن کہ بہ طورِ تمرین حضورِ محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فرمان کے مطابق خود اُن سے علمِ غیب کے مسئلہ پر اور بہ حکم علامہ خلیل احمد کاظمی محدثِ امر و ہوی علیہ الرحمہ خود اُن سے مسئلہ امکانِ کذب پر بھی مباحثے کا موقع ملا۔ تاجِ دارِ اہل سنت حضورِ مفتیِ اعظمِ قدس سرہ کے حکم سے آپ نے کئی جگہ مناظرے کیے۔ جن میں سے چند مقامات یہ ہیں۔ دھام پور، بجنور، لکراہ، بدایوں، ہلدوانی، نینی تال اور خاص شہر بریلی شریف میں نواب ضمیر احمد صاحب کی کوٹھی پر شیعہ مجتہد سے اور زکاتی محلہ میں مودودی جماعت سے مناظرہ کیا۔ بہ فضلہ تعالیٰ ہر جگہ پر امامِ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ نے مختصر سی نشست میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔ اسی اثنا میں حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ کی زیارت کے موقع پر سہارن پور اور دیوبند بھی پہنچے۔ سہارن پور کے علما نے اپنے یہاں کے بیس ہونہار طلبہ کو اچھی طرح سبق پڑھا کر دیگر ڈیڑھ سوطبہ کی معیت میں براے مناظرہ، امامِ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کے پاس بھیجا۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ نے صرف دو گھنٹے میں سب کو خاموش کر دیا اور سب اپنا سامنہ لے

کر رہ گئے۔

علم و فضل اور تصانیف:

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ درسِ نظامی کے موجودہ تمام مروجہ فنون مثلاً: صرف و نحو، معانی و بیان، فقہ و اصول، تفسیر، حدیث، وغیرہ کے علاوہ ہیئت و ہندسہ، توقیت و مساحت، جبر و مقابلہ، مناظرہ و مرایا، ارثماطی، لوگارثم، علم مثلث، علم جفر اور عمل بالخطائین وغیرہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل کتابیں اُن کی علمی، تحقیقی اور قلمی خدمات کا مین ثبوت ہیں۔

1۔ لاوڈ اسپیکر کی آواز اصلی یا نقلی

2۔ لاوڈ اسپیکر اور نماز

3۔ ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر اصلی یا فرضی

4۔ اعلیٰ حضرت اور علم جفر

5۔ اعلیٰ حضرت اور جبر و مقابلہ

6۔ اعلیٰ حضرت اور علم تکسیر

7۔ لوگارثم کی حقیقت

8۔ الہلال (مقالات)

9۔ شب قدر کے فضائل

10۔ دیوبندی تابوت میں آخری کیل

11۔ ٹی وی کی تحقیق (ٹی وی کے عدم جواز پر محققانہ و فاضلانہ تحقیق)۔ وغیرہ

علاوہ ازیں درجنوں علمی و تحقیقی مضامین و مقالات۔

بیعت و خلافت:

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ بریلی شریف کے زمانہ قیام میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ اور ۱۹۷۰ء میں حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نورانی بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔

تلامذہ:

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد کثیر ہے تاہم چند مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

✽ مولانا مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی پورنوی

✽ مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی

✽ مولانا سید انور چشتی، جامعہ قادر یہ بدایوں شریف

✽ مولانا محمد انوار احمد قادری ابن مفتی جلال الدین احمد امجدی

✽ مولانا محمد یاد علی رضوی پورنوی

✽ مولانا محمد اسید الحق عاصم القادری ازہری بدایونی۔ وغیرہم

وصال:

امام علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کا وصال ۲۰ اکتوبر، ۲۰۱۳ء مطابق ۱۲ رذوالحجہ، ۱۴۳۴ھ بروز اتوار شب میں تین بج کر تیس منٹ کو ہوا۔ اللہ عز و جل حضرت کے درجات کو بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے علمی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

حرف آغاز

(آل مصطفیٰ مصباحی، جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع منو)

مولیٰ عزوجل نے اس کائنات کو اسباب و علل کے ساتھ جوڑ دیا ہے؛ اس لیے معجزاتی حالتوں یا کراماتی صورتوں کے علاوہ ان میں تبدیلی نہیں ہوتی، ایک مربوط نظام کے ساتھ دن اور رات کی تبدیلی، سورج اور چاند کی تابانی و درخشانی، سب اُسی ذات وحدہ لاشریک کے قائم کردہ سلسلہ اسباب و مسببات کا نمونہ ہیں۔

یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ چاند ایک سیارہ (جسم) ہے جو کہ سورج کی روشنی سے منور رہتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ چاند کا صرف وہی حصہ روشن رہتا ہے جس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ چاند کے طلوع (روشن نظر آنے) کا مطلب سورج کی روشنی سے اس کا منور رہنا اور غروب (یعنی روشن نہ نظر آنے) کا مفہوم سورج کی روشنی سے اس کا محروم ہو جانا ہے۔ پہلی تاریخ کو ہلال کی شکل میں چاند کا باریک دکھائی دینا، پھر رفتہ رفتہ بڑھ کر چودھویں رات کو بدرِ کامل بن جانا، پھر گھٹتے گھٹتے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جانا، اس کے واضح ثبوت ہیں۔ چاند جن تاریخوں میں غیر منور ہونے کی وجہ سے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے ان میں قمری مہینے کی ۲۷، ۲۸ تاریخیں بھی ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ ان دو تاریخوں میں چاند کی رویت ممکن ہے یا کہ نہیں؟ قدیم ماہرین

ہیت اور جدید سائنسی تحقیقات سے واضح ہے کہ ان تاریخوں میں چاند کی رویت ناممکن ہے، چاند نظر آ ہی نہیں سکتا؛ کیونکہ مشرقی مواضع کے لیے رویت ہلال کا امکان اُسی صورت میں ہے جب غروب آفتاب کے وقت چاند آفتاب سے کم از کم بارہ درجے جانب مشرق ہو، اگر چاند اور سورج کے درمیان صرف آٹھ درجے کا فاصلہ ہو تو سورج کی تیز شعاعوں میں چاند گھرے ہونے کی وجہ سے اس کی رویت ممکن نہ ہوگی۔ مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے جد الممتار جلد دوم میں اختصار مگر جامعیت کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں ”اذا كان الفصل بينهما ای بین الشمس والقمر من ثمان درج بل عشر لم ير القمر لاستتاره تحت شعاعها“

(جد الممتار، جلد ۲، شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارکپور)

۲۷، ۲۸ تاریخوں کو چاند ہرگز امکان رویت کے مطلوبہ درجہ پر نہیں ہوتا؛ اس لیے چاند نظر آنا ناممکن ہے جس کی فنی تفصیل خواجہ علم وفن حضرت علامہ مظفر حسین رضوی پورنوی کے زیر نظر مقالہ میں ہے، جسے انھوں نے فقیر راقم الحروف اور محب گرامی مولانا قاضی شہید عالم صاحب کے اصرار پر تحریر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض غیر مستند لوگوں نے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک فتویٰ منسوب کر دیا ہے، جس کا تعلق ۲۸ تاریخ کو ہوائی جہاز کے ذریعے چاند کی رویت و عدم رویت سے ہے۔ مقررین اپنی تقریروں میں اور بعض محررین اپنی تحریروں میں اس کا ذکر کرتے

ہیں، لیکن اس فتویٰ کی اصل کہاں ہے؟ یا کب اور کہاں اس کی اشاعت ہوئی؟ اس کا کوئی نہ حوالہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی کسی طرح کے استناد کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ یہ ایک بے سرو پا بات ہے جسے عقیدت مندوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی طرف غلط منسوب کر دیا ہے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ مقررین اور محررین اکابر کی طرف اس قسم کی غیر مستند باتوں کے انتساب سے گریز کریں اور مسئلہ دائرہ سے متعلق جو لوگ اپنی کتابوں میں یا مضامین میں لکھ چکے ہیں اس کے غلط اور غیر مستند ہونے کا اعلان شائع کریں اور اپنی تحریروں سے نکال ڈالیں۔ یہ مضمون موقر رسالہ ”ماہنامہ اشرفیہ“ کے توسط سے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ قوی امید ہے کہ اہل علم اس مسئلے کی نوعیت بخوبی سمجھ سکیں گے۔

۲۷، ۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت

یہ ایک حقیقت ہے کہ پچھلے سوا سو سال میں خانوادہ عالیہ رضویہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اصلاحِ ظاہر و باطن کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ان شاء المولیٰ قیامت تک یہ خانوادہ اسی طرح رشد و ہدایت کا عظیم فریضہ انجام دیتا رہے گا۔ اصلاحِ عقائد ہو یا روحانی پیشوائی، معقولات ہوں یا منقولات، مذہبی میدان ہو یا میدان سیاست ہر جگہ اس خانوادہ کے افراد جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کا عظیم فریضہ انجام دیتے نظر آ رہے ہیں۔ جب جب اسلام اور سنیت پر داخلی یا خارجی، کسی قسم کا حملہ ہوا تو ان نفوس قدسیہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل پر دینِ مصطفیٰ ﷺ کا دفاع کر کے سرکارِ ابد قرار علیہ التَّحیۃ والثناء کے سچے عاشق اور وفادار ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ آستانہ عالیہ رضویہ کی ان ہی بے لوث خدمات کی وجہ سے سوادِ اعظم اہل سنت نے اس کو اپنا مرکز تسلیم کیا۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں اور اہم کڑی شاہزادہ اعلیٰ حضرت، آقائے نعمت، حضور مفتی اعظم ہند کی ذات گرامی ہے۔ جنہوں نے امام احمد رضا کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ سرکارِ حضور مفتی اعظم ہند کے علمی کمالات اور روحانی مراتب ہمارے فہم و ادراک سے ماوراء ہیں۔ ایک ماہر سوانح نویس دفتر کے دفتر لکھ ڈالے، لیکن

اس کو بھی قلم رکھ کر یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بلاشبہ سرکار مفتی اعظم ہند عشق رسالت ﷺ میں فنائیت کے اس درجے پر فائز تھے جہاں پہنچ کر آدمی کو مرتبہ بقا حاصل ہو جاتا ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سرکار مفتی اعظم ہند کے علمی کارنامے اور روحانی مراتب ہماری تقریر و تحریر کے رہین منت نہیں، بلکہ وہ خود تاریخ کا ایک زریں باب ہیں۔ ہماری مدح سرائی سے آپ کے درجات میں ترقی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی ہرزہ سرائی سے آپ کے مدارج میں کمی آ سکتی ہے۔

بعض خوش عقیدہ لوگ نتائج سے بے خبر ہو کر اکابر کی طرف ایسے بے سرو پا واقعات منسوب کر دیتے ہیں جو قدح آمیز مدح کے خانے میں فٹ ہو جاتے ہیں۔ ان واقعات کو تسلیم کرنے کی صورت میں ان اکابر کی علمی ثقاہت اور تقویٰ و دیانت پر ایک سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ اس قسم کی متعدد مثالیں کتب تاریخ سے دی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ۱/ اونٹوں کا واقعہ جو ایک مجمع تقاریر میں ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں تین شخص آئے، اُن کے پاس سترہ اونٹ تھے ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں سے ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے، دوسرا تہائی کا اور تیسرا نویں حصے کا، مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں گاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔ بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے

ہوئے تھے انھوں نے آپس میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں، وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں؛ اس لیے کہ جو شخص آدھے کا حصے دار ہے اُسے سترہ میں سے ساڑھے آٹھ ملیں گے اور جو شخص تہائی کا حصے دار ہے 5.66 ہی اونٹ پائے گا، سترہ میں سے پورا چھ اُسے بھی نہیں ملے گا اور جس کا حصہ نواں ہے سترہ میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا۔ تو ایک، دو نہیں، بلکہ تین کو ذبح کیے بغیر سترہ اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہو سکتی مگر قربان جائیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عقل و دانائی اور اُن کی قوت فیصلہ پر کہ بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کروایا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لا کر کھڑا کر دو۔ جب آپ کے اونٹ کو ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے تو جو شخص آدھے کا حصے دار تھا آپ نے اُسے اٹھارہ میں سے نو دیے، اور تہائی حصے والے کو اٹھارہ میں سے چھ، پھر نویں کے حق دار کو اٹھارہ میں سے دو دیے اور اپنے اونٹ کو پھر اسی جگہ بھجوا دیا۔ (خطبات محرم)

یقیناً کسی زیرک آدمی نے اس واقعہ کو گھڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ہر حساب دان یہ جانتا ہے کہ یہ شرکت سرے سے ہی ممکن نہیں اس لیے کہ شرکت کا قاعدہ ہے کہ شرکا کے جملہ اجزاء کر کامل جز بن جائیں۔ یہاں ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ کا مجموعہ ۱۷/۱۸ ہوتا ہے اور کامل ہونے میں ۱۸/۱ کی کمی رہ جاتی ہے؛ اس لیے جب تک ایک آدمی ۱۸/۱ کا حصے دار نہیں پیدا ہوتا شرکت ممکن ہی نہیں؛

اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایسی شرکت تسلیم فرماتے اور نہ ہی ایسا فیصلہ فرماتے، جو عقیدت کیش آپ کی فراست اور دانائی کے لیے ذکر کرتے ہیں؛ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ذمہ دار مؤرخ اور سوانح نگار کا فرض ہے کہ واقعہ نویسی کے وقت روایت و درایت دونوں کے اصول پیش نظر رکھے تاکہ کوئی واقعہ اہل علم اور اغیار کی نظر میں محض مضحکہ خیز بن کر نہ رہ جائے۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن خلدون نے تاریخ کو مستقل فن قرار دے کر اصول و درایت اور فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ فلسفہ تاریخ کے اصول میں ابن خلدون نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ واقعہ کی تحقیق کے لیے راویوں کی جرح و تعدیل پر بحث کرنے سے زیادہ یہ دیکھنا چاہیے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر واقعہ ہی ممکن نہیں تو راوی کا عادل ہونا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

عوام کے دل میں اپنے اکابر کی علمی دھاک بٹھانے اور ان کے تقوے کا سکھ جانے کے لیے من گھڑت واقعات تحریر کرنا تاریخ نگاروں کا بہت بڑا جرم ہے۔ اس ضمن میں مرزا حیرت دہلوی اور منشی جعفر تھانیسری کا نام لینا کافی ہوگا؛ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی تحریر کردہ سوانحی کتب اہل تحقیق کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔

ہم اہلسنت کو اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ ہمارے اکابر کی سوانحی کتب اس قسم کے موضوع واقعات اور من گھڑت افسانوں سے پاک ہیں اور اگر کسی سوانح نویس سے اس قسم کی فروگزاشت ہو بھی گئی ہے تو اہل علم نے تردید کر کے اس سے براءت ظاہر کر دی ہے۔

آمد بر سر مطلب

پچھلے چند برسوں میں مرشدنا سرکار مفتی اعظم ہند سے متعلق ایک واقعہ بہت مشہور ہو گیا ہے۔ قلم کار حضرات نے اپنی تحریروں میں اس کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے اور ہمارے خطبہ بھی اس کو بڑے فخر کے ساتھ تقریروں کے ذریعے عوام تک پہنچا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اس وقت میرے سامنے دو کتابیں ہیں جن میں اس واقعے کو پوری شرح و بسط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے (۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ (۲) مقالات نعیمی واقعہ کچھ یوں ہے کہ جنرل ایوب خاں کے دور میں پاکستان میں حکومتی سطح پر ہلال کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۹ تاریخ مطلع ابراہود ہونے کی صورت میں اس کمیٹی کے نمائندہ حضرات کا ایک وفد ہوائی جہاز کے ذریعہ بلندی پر جا کر چاند دیکھا کرتا تھا اور واپس آ کر رویت ہلال کا اعلان کر دیا کرتا تھا۔ اس کمیٹی کے اعلان سے پورے پاکستان میں رمضان، عید اور بقرعید وغیرہ منائی جاتی تھی۔ اُس وقت کے علمائے اہلسنت پاکستان نے اس کمیٹی کا پُر زور رد کیا۔ نتیجے کے طور پر دنیا بھر کے دارالافتاؤں سے مذکورہ کمیٹی اور اس کے طریقہ رویت سے متعلق استفتاء کیا گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ سے جو جوابات حاصل ہوئے وہ اس کمیٹی کی حمایت میں تھے۔ دنیا بھر کے مفتیان کرام نے اس طریقہ رویت کو جائز و نافذ قرار دیا تھا، لیکن جب یہی استفتاء بریلی شریف وارث علوم مرتضیٰ اور نائب غوث الوریٰ کی بارگاہ علم و فضل میں حاضر کیا گیا تو علم و فضل کے اس بطل جلیل نے حکومت پاکستان کی پرواہ کیے بغیر کیا جواب عطا فرمایا

مقالات نعیمی کی زبانی سنئے:

حضور مفتی اعظم و اعلم نے اس (فتویٰ جواز) کو نہیں مانا اور اپنا بے نظیر فتویٰ تحریر فرمایا جس کا اصل مضمون اس طرح ہے۔

”چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شہادت شرعی پر قاضی شرع حکم دے گا، چاند کو سطح زمین، یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں دیکھنا چاہیے، رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے، کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اس لیے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آ سکتا ہے، تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا، ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹ کا چاند دیکھنا کب معتبر ہوگا“

(مقالات نعیمی اول، ص ۱۷)

یہ فتویٰ جب پاکستان گیا تو پورے ملک میں ہلچل مچ گئی اور تمام اخباروں میں اس کو شائع کیا گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ مولانا عبدالمجتبیٰ کی زبانی سماعت فرمائیے:

”اگلے مہینے میں ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آیا؛ تب حکومت نے حضرت کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی۔“

(تذکرہ مشائخ قادر یہ رضویہ، ص ۵۱۴)

آقا نے نعمت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کی علمی جلالت، وسعت نظر، قوت اخذ اور روحانی مراتب کے تمام تر اعتراف کے باوجود فقیر راقم الحروف کو بچپن سے وجہ اس واقعہ کی صحت میں کلام ہے۔

① اصول و روایت کی رو سے کسی بھی تاریخی واقعے کا سند و تاریخ سے مقید ہونا ضروری ہے۔ یہ اہم واقعہ جہاں جہاں میری نظر سے گزرا کہیں بھی اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ یہ واقعہ کس سن ہجری یا عیسوی میں وقوع پذیر ہوا؟

② تذکرہ مشائخ قادر یہ رضویہ کے مؤلف کے بقول انھوں نے فتویٰ کا اصل مضمون نقل کیا ہے لیکن حوالے کے طور پر اس کے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اتنا اہم فتویٰ نہ فتاویٰ مصطفویہ میں میری نظر سے گزرا اور نہ ہی مفتی اعظم ہند کی دیگر تصانیف میں ملا۔

③ فقیر راقم الحروف کو طالب علمی سے لے کر دورِ تدریس تک مختلف ادوار میں لگ بھگ دس سال بریلی شریف میں رہ کر سنیت کی راجدھانی کے تحت نشیں کی خدمت کرنے کا موقع ملا، اس کے بعد بھی سال میں دو تین بار خدمت میں ضرور حاضر ہوتا رہا، مجھے اس بات پر فخر ہے کہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند ازراہ خردنوازی مجھے اپنے مخصوص غلاموں میں شمار کرتے تھے۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے مجھے سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی زندگی کے اکثر اہم گوشوں سے واقفیت ہے، لیکن مجھے حیرت ہے کہ مذکورہ واقعہ نہ تو میں نے دورانِ قیام بریلی سنا اور نہ ہی مفتی اعظم ہند کے وصال تک کسی کی

زبانی سنا، البتہ آپ کے وصال کے بعد اس واقعہ کی گونج میرے کان میں پڑی۔

④ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مطابق ”اس جواب کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا“ (ص ۵۱۴)، یہاں مؤلف کی ذمہ داری تھی کہ کم از کم ایک، دو اخبار کا حوالہ ضرور دیتے، لیکن اس سلسلے میں وہ خاموش ہیں۔

⑤ فقیر راقم الحروف نے مفتی اعظم ہند کے بہت سے فتاویٰ دیکھے اور پڑھے ہیں، اس فتویٰ کا لب و لہجہ، انداز استدلال اور اکھڑی اکھڑی عبارت کسی بھی طرح مفتی اعظم کے اندازِ تحریر سے میل نہیں کھاتی، مثلاً فتویٰ کی یہ عبارت ”اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد۔۔ الخ“، عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ چاند دیکھنے کے لیے جہاز اڑانے کو شرط کون قرار دے رہا ہے؟ یہاں عبارت یوں ہونی چاہیے تھی ”اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا درست ہو تو۔۔ الخ“۔ نیز فتویٰ کا یہ ٹکڑا ”تو کیا ۲، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا“، ذوق سلیم پر بار معلوم ہوتا ہے۔

ان سب باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے تنزلًا، بفرض غلط یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند کا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ایک الجھن کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ یہ کہ اس فتویٰ میں علم مناظر و مرایا اور ہیئت کی رو سے ایک صریح البطلان بات ہے جو مفتی اعظم ہند کی علمی جلالت کے قطعی منافی ہے۔

فتویٰ میں مذکور ہے کہ ”اگر جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے

کے بعد ۲۸، ۲۷ کو بھی نظر آ سکتا ہے۔ علم مناظر و مریا اور علم ہیئت کے مسلمہ قواعد کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں کہ ۲۸، ۲۷ تاریخ کو دنیا کے کسی حصے سے اور کسی بھی بلندی پر جا کر چاند دیکھ لیا جائے۔ اگرچہ اس فتویٰ اور واقعہ کے موضوع ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی تھی، لیکن واقعہ نگاروں نے یہ لکھ کر کہ ”اگلے مہینے میں ۲۸، ۲۷ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز اڑا کر اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آ گیا“ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۵۱۴) اس واقعہ کے موضوع ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی اس سے ایک محال عادی کا واقعہ ہونا لازم آتا ہے جو سراسر غلط اور عقلاً بالکل بعید ہے۔ یہ مسئلہ چونکہ خالص علمی و فنی ہے اس لیے ذرا تفصیل سے عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں

① (الف) علم مناظر میں تصریح ہے کہ کُرّہ (sphere) پر نظر کرنے کی صورت میں کُرّہ کا آدھا حصہ ہی نظر آ سکتا ہے، اسی طرح کُرّہ پر روشنی ڈالنے کی صورت میں کُرّہ کا تقریباً آدھا حصہ ہی منور ہوتا ہے

(ب) شعاع بصری جتنے حصے کو محیط ہوتی ہے، اتنے حصہ کو دائرۃ الرویۃ اور روشنی جتنے حصہ کو منور کرتی ہے اتنے حصہ کو دائرۃ النور کہتے ہیں۔

(ج) اگر نوری اور بصری شعاعیں دونوں ایک ہی سمت سے کُرّہ تک پہنچیں تو دونوں دائرے حسی طور پر منطبق ہوں گے اور دائرۃ النور کا پورا حصہ نظر آئے گا، لیکن اگر شعاع نوری اور شعاع بصری باہم مخالف سمت سے کُرّہ تک پہنچیں تو دائرۃ النور کا

کوئی حصہ نظر نہیں آئے گا۔ ان دونوں کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں دونوں دائرے باہم متقاطع ہوں گے اور دائرۃ النور کا وہ حصہ نظر آئے گا جو دائرۃ الرویۃ کے تحت ہو، باقی حصہ نظر نہیں آئے گا۔ ہاں اگر دائرۃ النور کا یہ حصہ معتد بہ نہ ہو تو اگرچہ نفس الامر میں دائرۃ الرویۃ کے تحت ہو پھر بھی نظر نہیں آئے گا، اس ضابطہ کا عملی مشاہدہ گلوب کو میز پر رکھ کر کیا جاسکتا ہے۔

② (الف) ہیئت کی رو سے آفتاب و ماہتاب (سورج اور چاند) اگرچہ فلک الافلاک کے تابع ہو کر روزانہ مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہو جاتے ہیں، لیکن سورج اپنی ذاتی رفتار سے روزانہ تقریباً ایک درجہ مشرق کی طرف چلتا ہے۔ اسی طرح چاند بھی اپنے مدار میں روزانہ تقریباً ۱۳ درجے اور ۱۰ درجہ (کی رفتار سے) مشرق کی طرف بڑھتا رہتا ہے، اس بھاگ دوڑ کے نتیجے میں چاند روزانہ سورج سے تقریباً ۱۲ درجے اور ۱۰ درجہ آگے نکلتا رہتا ہے، اس طرح دونوں کے مابین ہر دم وضع بدلتی رہتی ہے۔

(ب) اس تبدیلی کے نتیجے میں ہماری شعاع بصری سے بنے ہوئے دائرۃ الرویۃ اور شعاع شمسی سے بنے ہوئے دائرۃ النور کا تقاطع بھی مختلف ہوتا رہتا ہے۔ دائرۃ النور کا جتنا حصہ دائرۃ الرویۃ کی زد میں آتا ہے (بشرطیکہ وہ قدر معتد بہ ہو) ہم اُسے دیکھتے ہیں اسی وجہ سے تشکلاتِ قمریہ مختلف ہوتی رہتی ہیں، کبھی بصورتِ ہلال، کبھی بصورتِ بدر اور کبھی ان دونوں کے مابین دوسری شکلوں میں ہم قمر کا مشاہدہ

کرتے رہتے ہیں۔

③ چاند رات کے بعد دوسری، تیسری اور چوتھی راتوں میں چاند بتدریج مشرق کی طرف چلتے ہوئے، سورج سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ۱۸۰ درجے کی دوری پر پہنچ کر چاند بدر کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے، اس کے بعد آنے والی راتوں میں ماہتاب (چاند) اپنی گردش کی وجہ سے آفتاب سے قریب ہوتا جاتا ہے، تا آنکہ عام طور پر ۲ راترخی کی صبح ماہتاب (چاند) افق شرقی کے اوپر اور آفتاب افق کے نیچے ہوتا ہے اور آفتاب کی خیرہ کن شعاعیں ہمارے لیے کالعدم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے پھر ماہتاب (چاند) افق شرقی پر بصورتِ ہلال نظر آتا ہے۔ اس ہلال اور چاند رات والے اصلی ہلال میں وضع کا فرق ہوتا ہے۔ ۲۹ راترخی کو آفتاب، قمر سے بجانب مغرب افق سے نیچے ہوتا ہے اور ہلال کا انحدا ب بھی بسوئے شمس غربی ہوتا ہے۔ ۲۷ ویں کی صبح آفتاب، قمر کے مشرقی سمت افق کے نیچے ہوتا ہے اور اس صورت میں ہلال کا انحدا ب بھی مشرقی، بجانب شمس ہوتا ہے۔ یہاں سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس ہلال سے قمری مہینے کا آغاز ہوتا ہے وہ بوقتِ رویت، آفتاب سے پورب (مشرق) ہوتا ہے اور ہلال کا انحدا ب، بجانب مغرب بسوئے آفتاب ہوتا ہے۔

⑤ ۲ راترخی کے بعد چاند اور سورج میں اجتماع کی حالت پیدا ہو جاتی ہے یعنی محاق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کو اماؤس کہتے ہیں۔ ان ہی ایام کے لیے لوگ کہتے ہیں کہ اب ڈھائی، تین دن تک قمر چھپا رہے گا اور پھر چاند رات میں

بصورتِ ہلال نمودار ہوگا۔ اماؤس کے آغاز سے ہلال کے نمودار ہونے تک ماہتاب کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ہوتی ہے۔

(الف) ماہتاب (چاند)، آفتاب سے پچھم (مغرب) ہوگا، مگر اتنا قریب کہ تقاطع سے معتد بہ حصہ پیدا نہیں ہوگا، ساتھ ہی آفتاب کی تیز شعاعوں کی وجہ سے نگاہ وہاں ٹھہر نہیں پائے گی اور خاص بات یہ کہ ماہتاب (چاند)، آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جائے گا؛ اس لیے بقاعدہ رویت چاند کے منور حصے میں سے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔

(ب) چاند تحت الشمس ہوگا، اس کا منور حصہ ہماری طرف نہ ہو کر سورج کی طرف ہوگا، اس لیے اس کا دیکھنا عادتاً محال ہوگا۔

(ج) چاند، سورج سے پورب (مشرق) کی طرف ہوگا، مگر اتنا قریب ہو گا کہ تقاطع سے قدر معتد بہ حصہ پیدا نہیں ہوگا، علاوہ ازیں شعاع شمسی کی وجہ سے نگاہ وہاں ٹھہر نہیں پائے گی؛ اس لیے بقاعدہ رویت ماہتاب (چاند) نظر نہیں آئے گا۔

پہلی صورت میں قمر کا انحداب بجانب مشرق اور تیسری صورت میں اس کا انحداب بجانب مغرب ہوگا، لیکن قاعدہ رویت کے تحت نہ ہونے کی وجہ سے یہ انحداب نظر نہیں آئے گا۔ ۲۷ تاریخ کو قمر، آفتاب سے بے حد قریب ہونے کے ساتھ ساتھ آفتاب سے بجانب مغرب ہوتا ہے اور آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے اس لیے بقاعدہ رویت اس کا نظر آنا عادتاً محال ہے۔

یہاں اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل ارض کے لیے اگرچہ ۲۷ تاریخ کو چاند،

آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے، لیکن ہوائی جہاز کی بلندی کی وجہ سے اب بھی وہ افق کے اوپر ہو سکتا ہے؛ یہ اس لیے کہ اگرچہ جہاز کی بلندی کی وجہ سے ماہتاب (چاند) افق کے نیچے ہونے کے بجائے اوپر ہی ہو، لیکن قمر اور ناظر کے مابین آفتاب کے حائل ہونے کی وجہ سے اس کی شعاعیں رویت سے مانع ہوں گی کمالا تکھی۔

۲۷ کے بعد ۲۸ کی شام کو ماہتاب (چاند) تحت الشمس پہنچ جاتا ہے، اس کا منور حصہ سورج کی طرف ہو جاتا ہے، اس لیے چاند کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں! ۲۹ کی شام تک اگر چاند اور سورج کے مابین ۱۲ درجے کی دوری پیدا ہو جائے تو رویت ہلال ممکن ہے۔ ۲۹ تاریخ کو مسلسل تین ماہ رویت ہلال ممکن ہے؛ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ۲۹ کو رویت اُسی وقت ممکن ہے کہ بوقت غروب آفتاب، چاند، آفتاب سے ۱۲ درجے پورب (مشرق) ہو اور چونکہ ۲۴ گھنٹوں میں آفتاب سے قمر ۱۲ درجے آگے نکل جاتا ہے؛ اس لیے ظاہر ہے کہ ایک دن قبل یعنی ۲۸ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب، قمر تحت الشعاع اور اس سے ایک دن قبل یعنی ۲۷ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب سے ۱۰ درجے کچھم (مغرب) تھا جو آفتاب کے غروب سے پہلے ہی غروب ہو گیا۔

اس لیے ایسی صورت میں یہ بات بے بنیاد معلوم ہوتی ہے کہ ”اگلے مہینے میں ۲۷، ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آ گیا“؛ اس لیے کہ اس صورت میں یہ لازم آتا

ہے کہ ماہتاب (چاند) افق کے نیچے غروب ہو گیا یا نظر و ماہتاب (چاند) کے مابین سورج حائل ہو گیا پھر بھی ۲۷ کو چاند نظر آ گیا اور یہ لازم آتا ہے کہ قمر تحت الشمس تھا پھر بھی ۲۸ کو دیکھا گیا۔ یہ عادۃً محال بھی ہے اور تجربے کے خلاف بھی اور قاعدہ رویت کے منافی بھی۔

ضمنی طور پر یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے، بلکہ خواص میں بھی اس کا چرچا ہے کہ ”عرب میں ہندوستان سے دودن پہلے ہی رویتِ ہلال ہو جاتی ہے“، حالانکہ یہ بات قطعاً بے بنیاد ہے، کیونکہ ماسبق میں ظاہر کیا گیا کہ رویتِ ہلال آفتاب و ماہتاب (چاند) کے مابین تقریباً ۱۲ درجے کی دوری ضروری ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ ماہتاب، آفتاب سے تقریباً ۱۲ درجے اور ۱۰ دقیقے روزانہ آگے بڑھتا ہی رہتا ہے۔

تو اب فرض کیجیے کہ عرب میں رویت ہوگئی جس کا مطلب یہ ہے کہ افق پر آفتاب ماہتاب میں ۱۲ درجے کی دوری تھی ورنہ رویت ہی نہ تھی اور دوسرے دن شام تک دونوں کے مابین مزید ۱۲ درجے کی دوری اور بڑھ گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عرب میں شام کے وقت ۲۴ درجے اور ہندوستان میں شام کے وقت تقریباً ۲۲ درجے کی دوری ہوگئی اور جب رویت کے لیے ۱۲ درجے ہی کافی ہیں تو دوسرے دن ۲۲ درجے کی دوری کی وجہ سے ہندوستان میں چاند نظر آنا ضروری تھا۔ اب اگر یہاں (ہندوستان میں) چاند نظر نہیں آتا تو اس کا واضح مطلب ہے کہ عرب میں کل

رویت نہیں ہوئی ہے، اس لیے یہ کہنا کہ ”عرب میں دودن پہلے ہی رویت ہو جاتی ہے“ سرتا پا غلط ہے۔

نوٹ: فقیر راقم الحروف نے ریاضیات سے استشہاد کرتے وقت بر بنائے مسابہ تدریقات سے اجتناب کیا ہے۔

جو کچھ سترہ اونٹ کے معاملے اور پاکستانی جہاز سے متعلق یا عرب میں ۲ دن پیشتر رویت کے بارے میں عرض کیا ہے وہ سب اپنی ناقص فہم کے مطابق شبہات عرض کیے ہیں۔ اگر کوئی صاحب تحقیق تلاش و جستجو کر کے ہمارے شبہات کو دور فرمادیں تو میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا، البتہ ریاضیات کے بارے میں یہ بھی ثابت کر کے پیش کریں کہ علم ہیئت، علم مناظر یا ماڈرن سائنس کی رو سے ۲۷، ۲۸ کو چاند نظر آ سکتا ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ، ستمبر ۱۹۹۸ء)، (تحقیقات امام علم وفن، ص ۲۹۰ تا ۳۰۱)

20180607

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

فون نمبر: +92 332 3531226

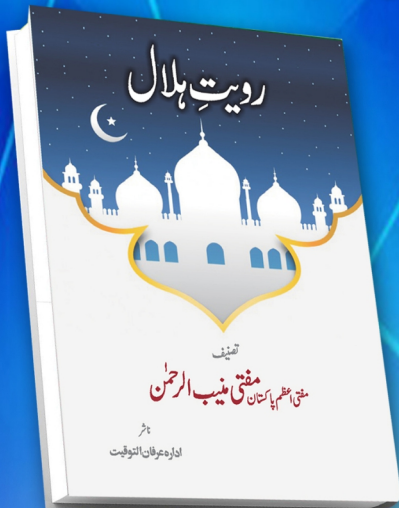
fb.com/ilmetauqeet

پاکستان میں چاند دیکھنے کے حوالہ سے اعتراضات کا علمی جائزہ

Rs. 100/-

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن صاحب کے قلم سے

اس کتاب میں آپ بھی پڑھ سکیں گے کہ



◉ ہمارے میڈیا کا طرزِ عمل

◉ مستقل قمری کیلنڈر کا مسئلہ

◉ تقاضا ریاست کی طرف سے منوش ہوتی ہے

◉ ایک ہی ملک میں روزہ وعید الگ الگ کیوں؟

◉ دن کے وقت نظر آنے والے چاند کی وضاحت

◉ پرائیویٹ رویت ہلال کمیٹیوں کی شرعی حیثیت

◉ شہادت کے رد و قبول کا اختیار قاضی کے پاس ہے

◉ سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟

◉ کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہو سکتے ہیں؟

◉ نئے چاند کی جسامت بڑی محسوس ہونے پر غلط رویت ہونے کا قیاس

◉ یومِ شک کا روزہ رکھوانے اور تیس رمضان کے روزے سے محروم کرنے والے مفتی صاحبان کا حکم

0332-3531226

/ilmetauqeet

ilmetauqeet@gmail.com

ناشر

ادارہ عرفان التوقیت

